بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

تفسیر سورۃ النور

حصہ ہفتم

خطبہ جمعۃ المبارک

بفیضانِ نظر

عالمی مُبلغِ اسلام
ترجمانِ حقیقت

پیرزادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی

امیر اعلیٰ ادارۃ المصطفیٰ انٹرنیشنل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم ، اَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَتَبَارَكَ فِي الْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِيْدِ!

(53): وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَىٕنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ. "اورانہوں نے پوری کوشش سے اللہ کی قسمیں کھائیں کہ اگرآپ انہیں حکم دوگے تو وہ ضرور نکلیں گے۔ تم فرماؤ: قسمیں نہ کھاؤ، شریعت کے مطابق اطاعت ہونی چاہیے، بیشک اللہ تمہارے اعمال سے خبردار ہے"۔(سورۃ النور:53)

تفسیر:

اس آیت سے دوبارہ منافقین کاتذکرہ شروع کیا گیا۔جب اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ منافقین رسولِ کریم ﷺ کے احکام کو پسند نہیں کرتے تو منافقین حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہنے لگے: اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی قسم! اگر آپ ﷺ ہمیں حکم دیں کہ ہم اپنے گھروں سے، اپنے مالوں اور اپنی عورتوں کے پاس سے نکل جائیں تو ہم ضرور نکل جائیں گے اور اگر آپ ﷺ ہمیں جہاد کرنے کا حکم دیں تو ہم جہاد کریں گے، جب ہمارا یہ حال ہے تو ہم آپ ﷺ کے حکم سے کیسے راضی نہ ہوں گے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ: اے حبیب! ﷺ، انھیں کہہ دو زیادہ قسمیں اٹھانے کی ضرورت نہیں، تمہاری اطاعت کا حال خوب معلوم ہے۔ جب قربانی دینے کا وقت آئے گا تو تم اپنے گھروں میں چھپ کر بیٹھ رہو گے۔ تمہیں اس کی بجائے شریعت کے مطابق اطاعت کرنی چاہیے۔ یہ فریب کاریاں مخلوق کے مقابلے میں تو شاید چل بھی جائیں مگر خدا کے مقابلے میں کیسے چل سکتی ہیں جو کھلے اور چھپے سب حالات، بلکہ دلوں کے مخفی ارادے اور خیالات تک سے واقف ہے۔

(تفسیرکبیر،ضیاءالقرآن،صراط الجنان،سورہ نور، تحت الآیۃ: 53)

درسِ قرآن:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنے قول کو اپنے عمل سے سچا کر کے دکھانا چاہیے، صرف قسموں سے سچا کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ بارگاہِ خداوندی میں عمل دیکھے جاتے ہیں نہ کہ محض زبانی دعوے۔ نیز جو لوگ حقیقت میں مطیع فرمان ہوتے ہیں ان کا رویہ کسی سے چھپا ہوا نہیں ہوتا۔ ہر شخص ان کے طرزِ عمل کو دیکھ کر محسوس کر لیتا ہے کہ یہ اطاعت گزار لوگ ہیں۔ ان کے بارے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ہوتی کہ اسے رفع کرنے کے لیے قسمیں کھانے کی ضرورت پیش آئے۔

جب نبی کریم ﷺ نے واقعہ اسراء و معراج کا ذکر فرمایا تو کفار نے مذاق اڑایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیا تم مانتے ہو کہ محمد (ﷺ) راتوں رات بیت المقدس گئے؟، انہوں نے فوراً جواب دیا: ''اگر محمد ﷺ نے فرمایا ہے تو یقیناً سچ فرمایا''۔

(54): قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ. ''تم فرماؤ: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر تم منہ پھیرو تو رسول کے ذمے وہی تبلیغ ہے جس کی ذمے داری کا بوجھ اُن پر رکھا گیا ہے اور تم پر وہ (اطاعت) لازم ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا ہے اور اگر تم رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رسول کے ذمے صرف صاف صاف تبلیغ کر دینا لازم ہے''۔

(سورة النور:54)

تفسیر:

فرمایا: اے حبیب ﷺ، آپ ان قسمیں کھانے والوں سے فرمادیں کہ تم سچے دل اور سچی نیت سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری سے منہ پھیرو گے تو اس میں ان کا نہیں بلکہ تمہارا اپنا ہی نقصان ہے کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ کے ذمے صرف دین کی تبلیغ اور احکامِ الٰہی کا پہنچا دینا ہے اور جب انہوں نے یہ ذمہ داری اچھی طرح نبھا دی ہے تو وہ اپنے فرض سے عہدہ برآ ہو چکے اور تمہیں چونکہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کا پابند کیا گیا ہے لٰہذا تم پر یہ لازم ہے۔ اگر اس سے روگردانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی ناراضی کا تمہیں ہی سامنا کرنا پڑے گا اور اگر تم رسولُ اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رسولُ اللہ ﷺ کے ذمے صرف صاف صاف تبلیغ کر دینا لازم ہے، تمہاری ہدایت ان کے ذمہ داری نہیں۔ (تفسیر طبری، النور، تحت الآیۃ:54، ملتقطاً)

درسِ قرآن: (حضور ﷺ کی اطاعت قبولیت کی چابی ہے):

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی اطاعت قبولیت کے دروازے کی چابی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا، دعاؤں کی قبولیت، اعمال کی برکت اور ایمان کی کمال تک رسائی تب ہی ممکن ہے جب انسان رسولِ اکرم ﷺ کی کامل اطاعت کرے۔ المختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ محمد ﷺ کی اتباع ہے) اور اطاعت کی فضیلت پر یہ بات تیری رہنمائی کرتی ہے کہ اصحابِ کہف کے کتّے نے جب اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اصحابِ کہف کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے جنت کا وعدہ فرمایا اور جب اطاعت کرنے والوں کی پیروی کرنے کی یہ برکت ہے تو خود اطاعت کرنے والوں کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے۔ اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے جب حمام میں لوگوں کے درمیان سترِ عورت کھولنے کے معاملے میں شرعی حکم کی رعایت کی (یعنی وہاں پردہ کرکے نہانے کا حکم ہے اور آپ نے اس پر عمل کیا) تو ان

سے خواب میں کہا گیا: شرعی حکم کی رعایت کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کا امام بنادیا ہے۔

(صراط الجنان بحوالہ،روح البیان،النور،تحت الآیۃ:54 ملتقطاً)

نیز اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا اسلام (اطاعت رسول) روشنی ہے، نجات کا راستہ ہے، انسان کی عزت، سکون، اور کامیابی اسی میں ہے۔ لیکن افسوس! آج کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر وہ اسلام سے دور ہو جائیں گے تو گویا اسلام کمزور ہو جائے گا نہیں! حقیقت یہ ہے کہ اسلام کو چھوڑنے کا نقصان اسلام کو نہیں، بلکہ چھوڑنے والے کو ہوتا ہے۔

(55): وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْــٴًـاؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ. "اللہ نے تم میں سے ایمان والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ ضرور ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو خلافت دی ہے اور ضرور ضرور اِن کے لیے اِن کے اُس دین کو جمادے گا جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور ضرور ان کے خوف کے بعد ان (کی حالت) کو امن سے بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ نافرمان ہیں"۔ (سورۃ النور:55)

تفسیر: (شان نزول):

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے دوسرے گروہ یعنی مخلص مؤمنوں کا ذکر فرمایا ہے۔ حضور رحمت عالمیان ﷺ کے غلاموں کو کفار و مشرکین کے ظلم و ستم سہتے عرصہ دراز گزر چکا تھا۔ انھوں نے اپنے وطن مکہ کو چھوڑ کر اڑھائی تین سو میل دور مدینہ طیبہ میں آکر پناہ لی تھی۔ مکہ کو الوداع کہتے وقت وہ دولت ایمان تو ساتھ لاتے تھے لیکن اپنی منقولہ اور غیر منقولہ جائدادیں اور عمر بھر کا اندوختہ وہیں چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ کفار کی آتش غضب اب بھی بھڑک رہی تھی۔ میدان بدر میں رسوا کن شکست کے بعد ان کا جذبہ انتقام تیز تر ہو گیا تھا۔ صحابہ کرام ہر وقت مسلح رہتے۔ رات دن دشمن کی یلغار کا کھٹکا لگا ہوا تھا۔ ایک روز ایک صحابی نے اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: يَا رَسُولَ اللهِ،أَمَا يَأْتِي عَلَيْنَا يَوْمٌ نَأْمَنُ فِيهِ وَنَضَعُ السِّلَاحَ؟ "یارسول اللہ کیا ایسا دن نہیں آئے گا جب ہمیں امن نصیب ہوگا اور ہتھیار رکھ دینے کی نوبت آئے گی"۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا تَلْبَثُونَ إِلَّا يَسِيرًا حَتّٰى يَجْلِسَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ فِي الْمَلَأِ الْعَظِيمِ مُحْتَبِيًا لَيْسَ عَلَيْهِ حَدِيدَةٌ. فرمایا: "بہت جلد وہ

وقت آنے والا ہے جب تم آرام سے بے خوف ہو کر مجمع عام میں بیٹھو گے اور تمہارے جسم پر کوئی ہتھیار نہیں ہوگا"۔اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے اس ارشاد کی تائید فرماتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں یعنی حضرت داؤد اور حضرت سلیمان وغیرہ انبیاء کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کو خلافت دی ہے اور جیسا کہ مصر و شام کے جابر کافروں کو ہلاک کر کے بنی اسرائیل کو خلافت دی اور ان ممالک پر اُن کو مُسلّط کیا اور اللہ تعالیٰ ضرور اِن کے لیے دین اسلام کو تمام اَدیان پر غالب فرمادے گا اور ضرور ان کے خوف کے بعد ان کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔ چنانچہ یہ وعدہ پورا ہوا اور سرزمینِ عرب سے کفار مٹادیئے گئے، مسلمانوں کا تَسلُّط ہوا، مشرق و مغرب کے ممالک اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے فتح فرمائے، قیصر و کسریٰ کے ممالک اور خزائن اُن کے قبضہ میں آئے اور پوری دنیا پر اُن کا رُعب چھا گیا۔

(قرطبی، خازن، النور، تحت الآیۃ:55، ملتقطاً)

اسلامی فتوحات:

تاریخ کی ناقابل تردید شہادت اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ نے جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہوا۔ عہد رسالت میں ہی مکہ مکرمہ، حجاز، خیبر، بحرین، یمن اور جزیرہ عرب کے سارے علاقے اسلامی قلمرو میں شامل ہوگئے۔ قیصر روم، مُقَوْقِسِ مصر (مصر کے حاکم کا لقب) اور کئی دیگر بادشاہوں نے بارگاہِ رسالت میں تحائف اور نذرانے ارسال کیے۔ حضور کریم کی رحلت کے بعد عہدِ صدیقی میں فتنہ ارتداد اور دیگر جھوٹے نبیوں کی لگائی ہوئی آگ بجھی اور ہر طرف امن وامان ہوگیا۔ اسی عہد ہمایوں میں اسلام کی عالمی فتوحات کا آغاز ہوا۔ مشرق میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور مغرب میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں افواج اسلامیہ نے فتح و نصرت کے علم گاڑنے شروع کر دیئے۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے بابرکت و بایمن زمانہ خلافت میں تو فتوحات کی انتہا ہوگئی۔ قیصر اپنی ایشیائی مملکت سے دست بردار ہو کر قسطنطنیہ میں جا کر مقیم ہوا۔ اور رومی مملکت کے ایشائی حصہ پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ مصر بھی فتح ہوا۔ کسری کی چار ہزار سالہ شان وشوکت خاک میں مل گئی۔ جہاں ملک کے گوشہ گوشہ میں آتش کدے روشن تھے اور آگ کی پوجا ہو رہی تھی وہاں أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ: کی دلنواز صدائیں بلند ہونے لگیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شمالی افریقہ کے ممالک فتح ہوئے۔ بحر روم میں جزیرہ قبرص فتح ہوا۔ مشرق میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ چین کی سرحدوں تک پھیل گیا۔ سندھ کے ریگزاروں میں بھی نور اسلام سے اُجالا ہونے لگا۔ ہر علاقہ میں امن وسکون قائم ہوا۔ ہر جگہ اسلام کا ڈنکا بجنے لگا۔ وہ مسلمان جو ہر وقت کفار کی یلغار سے سہمے سہمے رہتے تھے اور

انھیں دن رات یہی کھٹکا لگا رہتا تھا کہ کفر کا سیلاب امنڈے گا اور انھیں بہا کر لے جائے گا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے وہ ہیبت اور سطوت بخشی کہ جس راستہ سے گزر جاتے بڑے بڑے سرفرازوں کی گردنیں جھک جاتیں۔ کوئی منصف اور حق پسند انسان تاریخ کے یہ ان مٹ حقائق دیکھنے کے بعد یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک ﷺ نے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا نہیں ہوا۔

حضور ﷺ کی بشارتیں:

حضرت عدی بن حاتم روایت کرتے ہیں صحیح بخاری میں یہ روایت ہے یہ حاتم تائی کہ بیٹے ہیں کہتے ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ایک شخص آیا اور کہنے لگا: ''حضور ﷺ غربت نے میرا برا حال کر دیا ہے اور اس نے شکایت کی غربت کی پسماندگی کی اور اپنی معاشی بدحالی کی'' پھر ایک شخص آیا اور کہنے لگا: ''حضور ﷺ میرے پاس دولت تو ہے لیکن میں نے جس منزل پہ جانا ہے راستہ پُر خطر ہے میرے لئے کیا حکم ہے میں راستہ کیسے طے کروں'' تو یہ دو لوگوں نے یہ باتیں کیں۔

حضرت عدی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے روئے سخن میری جانب موڑا اور میری جانب مخاطب ہو کر کہا: **''عدی تو نے حیرہ دیکھا ہے''** عدی کہتے ہیں میں عرض کی دیکھا نہیں سنا ہے ''حیرہ'' یہ شہر ہے عراق کا تو حضور ﷺ نے فرمایا **''عدی تو نے حیرہ دیکھا ہے''** میں نے کہا: ''نہیں حضور ﷺ دیکھا نہیں اس کا تذکرہ سنا ہے'' فرمایا: **''عدی اللہ تمہیں اگر زندگی کی مہلت دے حیرہ سے ایک خاتون چلے گی تو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا مکے تک پہنچے گی اور اللہ کے گھر کعبہ کا طواف کرے گی اور اس کو حیرہ سے لے کر مکے تک اللہ کے علاوہ کسی کا ڈر نہیں ہوگا''** کہتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا کیا ''بنو طی'' کے ڈاکو مر گئے ہونگے جنھوں نے عرب کے اوپر رعب ڈال رکھا ہے وہ تو پھر ختم ہو گئے ہونگے کہتے ہیں کہ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ:

حضور ﷺ نے مزید میری حیرت میں اضافہ کرتے ہوئے کہا: **''عدی اگر تجھے اللہ نے زندگی کی مہلت دی تو دیکھے گا کہ ''کسریٰ'' کے خزانے تیری جھولی میں ہونگے''** اس دور کی سپر طاقت تھی میں نے کہا: حضور ﷺ کسریٰ بن ہرمز؟ (یعنی شہنشاہ ایران)۔ حضور ﷺ نے فرمایا: **''ہاں کسریٰ بن ہرمز؟''** کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے پھر فرمایا: **''عدی اگر تو زندگی پائی تو وہ دن بھی دیکھے گا ایک شخص زکوٰۃ کی رقم لے کر کے زکوٰۃ کی چاندی لے کر کے زکوٰۃ کا سونا لے کر کے نکلے گا اور اس کو کوئی زکوٰۃ کا مستحق ہی نہیں ملے گا''**۔ حضرت عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ پھر میں نے وہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا حیرہ سے ایک خاتون چلی مکے تک پہنچی اور امن ایسا تھا کہ اس کو اللہ کے علاوہ کسی کا ڈر نہیں تھا پھر وہ لمحے بھی میں نے دیکھے کہ ''کسریٰ بن ہرمز؟'' کے خزانے مسجد نبوی کے باہر پڑے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ: ''تیسری چیز میں دیکھ نہ سکا اور میں نے لوگوں سے کہا یہ میں تو نہیں دیکھ سکا میری شاید زندگی وفا نہ کرے اگر تمہاری زندگی وفا کرے تو تم دیکھنا میرے آقا ﷺ نے جو فرمایا تھا دو باتیں تو پوری ہو گئی ہیں اور تیسری بات تم

دیکھ لوگے"۔(صحیح بخاری،رقم الحدیث:3595)

"خلافت راشدہ کی دلیل: انکارِ صحابہ: غلط فہمی، لاعلمی یا ضد؟"

علامہ علی بن محمد خازن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس (مذکورہ) آیت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے بعد ہونے والے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت کی دلیل ہے کیونکہ ان کے زمانے میں عظیم فتوحات ہوئیں اور کسریٰ وغیرہ بادشاہوں کے خزانے مسلمانوں کے قبضہ میں آئے اور امن، قوت و شوکت اور دین کا غلبہ حاصل ہوا۔(خازن،النور،تحت الآیۃ:55)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا: "خلافت میرے بعد تیس سال ہے پھر ملک ہوگا"۔(جامع الترمذی،2233)

اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت دو برس تین ماہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت دس سال چھ ماہ، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ سال اور حصرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت چار سال نو ماہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت چھ ماہ ہوئی۔(خازن،النور،تحت الآیۃ: 55)

بعض لوگ جو صحابہ کرام کی عظمت شان کا انکار کرنا ہی اپنے ایمان کا کمال سمجھتے ہیں وہ اگر اپنی کتابوں کا مطالعہ کرنے کی زحمت ہی گوارا کرتے تو اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوتے۔ انھیں یقین ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جو وعدہ فرمایا ہے اور حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو وعدے فرمائے ہیں جن کا ذکر خود ان لوگوں کی کتابوں میں موجود ہے وہ وعدے خلفاء راشدین کے عہد سعادت آثار میں پورے ہوئے ہیں۔ ان کے امام کلینی جن کی کتاب کافی ان کے ہاں حدیث کی معتبر ترین کتاب ہے ان کی روایت ملاحظہ فرمایئے: عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) قَالَ: لَمَّا حَضَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْخَنْدَقَ، مَرُّوا بِكُدْيَةٍ، فَتَنَاوَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمِعْوَلَ مِنْ يَدِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، أَوْ مِنْ يَدِ سَلْمَانَ، فَضَرَبَ بِهَا ضَرْبَةً، فَتَفَرَّقَتْ بِثَلَاثِ فِرَقٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ''لَقَدْ فُتِحَتْ عَلَيَّ فِي ضَرْبَتِي هَذِهِ كُنُوزُ كِسْرَى وَقَيْصَرَ''. "حضرت امام جعفر (علیہ السلام) نے فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو راستہ میں ایک چٹان حائل ہو گئی۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے گینتی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دست مبارک سے یا حضرت سلمان فارسی سے لے لی اور اس چٹان پر ایک ضرب لگائی اور اس کے تین ٹکڑے ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «لَقَدْ فُتِحَتْ عَلَيَّ فِي ضَرْبَتِي هَذِهِ كُنُوزُ كِسْرَى وَقَيْصَرَ» میری اس ضرب سے میرے لیے کسریٰ اور قیصر کے خزانے فتح کر دیئے گئے ہیں"۔(فروع کافی، کتاب الروضہ،ص:102)

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ یہ خزانے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتح ہوئے۔ روایت میں: فُتِحَتْ عَلَيَّ کے الفاظ ایک حق بین کے لیے روشنی کا وہ مینار ہیں جس سے شک وشبہ کا ادنی احتمال بھی باقی نہیں رہ سکتا۔ اسی

واقعہ کو صاحب ''حملہ حیدری'' نے ان اشعار میں ذکر کیا ہے، یہ بھی ملاحظہ فرمائیے:۔

بِپاسَخ چُنین گُفتَ خَیرُالبَشَرْ　　کِہ چون جَست بَرق نَخْت اَز حَجَرْ

حضور نبی کریم ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا کہ: جب اس چٹان کو ضرب لگانے سے پہلی مرتبہ آگ کا شعلہ نکلا۔

نُمودَند اَیوانِ کِسرٰی بِمَن　　دُوُم قَصرِ رُوم، سُوُم اَز یَمَن

تو مجھے کسریٰ کا محل دکھایا گیا: دوسری مرتبہ قیصر روم کا محل اور تیسری مرتبہ یمن۔

سَبَب را چنین گفت رُوحُ الأَمینْ　　کِہ بَعد اَز مَن اَعوَانُ وَ اَنصارِ دینْ

اس کی وجہ جبرائیل امین نے یوں بیان کی: کہ میرے بعد دین کے مددگار اور انصار۔

بِرِیں مَملَکَتھا مُسَلَّط شَوَندْ　　بِآئینِ مَن اَھلِ آن بَگرَوَندْ

ان ملکوں پر قابض ہوں گے: اور وہاں کے باشندوں کو میری شریعت کا پابند کریں گے۔

بِدِین مژدَہ وَ شُکرِ وَ لُطفِ خُدا　　بِھَر بار تَکبیر کَردَم اَدا

اس خوشخبری کو سن کر اور اس کا شکریہ ادا کرنے کے لیے میں نے تین بار اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔

شَنیدَند آن مژدَہ چون مُومِنانْ　　کَشیدَند تَکبیرِ شادی کُنانْ

جب اہلِ ایمان نے حضور ﷺ کی زبان پاک سے یہ خوشخبری سنی تو سب نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔

یہ چیز غور طلب ہے کہ حضور ﷺ نے ان ملکوں کی فتوحات کو اپنی فتوحات قرار دیا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کا لطف اور احسان فرمایا ہے اور اظہارِ شکر کے لیے حضور ﷺ نے اور حضور ﷺ کے غلاموں نے نعرہائے تکبیر بلند کیے۔ اگر خدانخواستہ حضرت صدیق و فاروق خلیفہ برحق نہ ہوتے بلکہ (نعوذ باللہ) جابر اور غاصب ہوتے تو کیا ان کے زمانہ خلافت میں جو فتوحات ہوئیں انھیں حضور ﷺ کی فتوحات کہنا درست ہوتا؟ اور ایسی فتوحات پر حضور ﷺ فرحت و شادمانی کا اظہار فرماتے؟ کوئی ادنیٰ عقل و فہم رکھنے والا انسان بھی ان واقعات کی روشنی میں شیخین کی خلافت پر اعتراض کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے محبت"

مزید تسکین خاطر کے لیے خود حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا وہ ارشاد گرامی پیش کرتا ہوں جو آپ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا۔ مسلمانوں کی فوجیں ایران میں کسریٰ کی افواج سے برسرپیکار تھیں۔ محاذ جنگ سے اطلاع آئی کہ کسریٰ خود ایک لشکر عظیم لے کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے آرہا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ کسریٰ کے مقابلہ میں وہ

لشکر اسلام کی قیادت خود فرمائیں۔ مجلس شوریٰ طلب کی گئی اور اس موضوع کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے اس بات کی تائید کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود جنگ میں شرکت کریں اور اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا، آپ خود انھیں پڑھیں۔ اگر حق کی طلب صادق آپ کے دل میں ہو گی تو یقیناً آپ پر حق واضح ہو جائے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: إِنَّ هٰذَا الأَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهُ وَلَا أَخْذُهُ لِأَنَّهُ بِكَثْرَةٍ وَلَا قِلَّةٍ،وَهُوَ دِينُ اللَّهِ الَّذِي أَظْهَرَهُ، وَجُنْدُهُ الَّذِي أَعَدَّهُ وَأَمَدَّهُ،حَتَّى بَلَغَ وَطَلَعَ حَيْثُمَا طَلَعَ،وَنَحْنُ عَلَى مَوْعُودٍ مِنَ اللَّهِ،وَاللَّهُ مُنْجِزٌ وَعْدَهُ، وَنَاصِرٌ جُنْدَهُ،وَمَكَانُ القَيِّمِ بِالأَمْرِ، مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ،يَجْمَعُهُ وَيَضُمُّهُ، فَإِذَا انْقَطَعَ النِّظَامُ، تَفَرَّقَ الْخَرَزُ وَذَهَبَ،ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحَذَافِيرِهِ أَبَدًا،وَالْعَرَبُ الْيَوْمَ وَإِنْ كَانُوا قَلِيلًا،فَهُمْ كَثِيرُونَ بِالإِسْلَامِ، عَزِيزُونَ بِالاجْتِمَاعِ الخ. ''اس کام کی فتح کثرت تعداد کی وجہ سے اور اس کی ناکامی تعداد کی قلت کی وجہ سے نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے جس کو اس نے غلبہ عطا فرمایا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا لشکر ہے جس کو اس نے خود تیار کیا ہے اور جس کی مدد اس نے خود فرمائی ہے یہاں تک کہ وہ ترقی و کامیابی کی اس منزل تک پہنچا۔ ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے (یہاں آپ نے اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا وعد اللہ الذین امنوا اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو ضرور پورا فرمائے گا اور اپنے لشکر کی مدد فرمائے گا)۔ خلیفہ اسلام کی حیثیت اس دھاگے کی ہے جس میں دانے پر دیئے ہوتے ہیں اگر دھاگہ ٹوٹ جائے تو دانے بکھر جاتے ہیں اور پھر ان سب کو جمع کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ عرب اگرچہ تعداد میں آج کم ہیں لیکن اسلام کی برکت سے وہ کثیر ہیں اور باہمی اتفاق و اتحاد کی وجہ سے وہ ہر میدان میں غالب ہیں''۔ (نہج البلاغہ،ج:1،ص:283،مطبوعہ مصر)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ باب مدینۃ العلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لشکر کو اللہ تعالیٰ کا لشکر کہا اور وضاحت سے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ اس آیت میں مسلمانوں سے کیا ہے وہ آپ کے زمانہ میں پورا ہو گا۔ اب بھی اگر کوئی شخص خلفاء راشدین کی خلافت کو برحق نہیں سمجھتا اور ان کے متعلق کسی قسم کی بدزبانی کرتا ہے تو وہ بیک وقت اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین اسد اللہ الغالب کے ارشادات پر ایمان نہ رکھنے کا جرم کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے فتنوں سے بچائے اور اسلام کے جاں نثار سپاہیوں کی عزت و تکریم کرنے اور ان کے نقش قدم پر چل کر دین کو سربلند کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ ابھی پورا نہیں ہوا۔ جب امام مہدی (علیہ السلام) ظاہر ہوں گے تو اس وقت یہ وعدہ پورا ہو گا۔ ضد اور تعصب کا کوئی علاج نہیں لیکن حق کی جستجو کرنے والے کے لیے آیت میں ''منکم'' کا ایک لفظ ہی کافی ہے۔ یعنی صحابہ کرام جو اس آیت کے مخاطب تھے وہی ''منکم'' کا مرجع ہیں اور اولین وعدہ ان سے ہے۔ نیز اگر ان کی اس بات کو صحیح مان لیا جائے تو ثابت ہو گا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں بھی یہ وعدہ ایفا نہ ہوا۔ کم از کم ایسا کہنے کی جرات نہیں کر

سکتے۔(ضیاءالقرآن)

(56،57): وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ○لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ وَ لَبِئْسَ الْمَصِیْرُ. ”اور نماز قائم رکھواور زکوٰۃ دواور رسول کی فرمانبرداری کرتے رہواس امید پر کہ تم پر رحم کیا جائے۔ہر گز کافروں کو یہ خیال نہ کرو کہ وہ ہمیں زمین میں عاجز کرنے والے ہیں اور ان کاٹھکانہ آگ ہے اور بیشک وہ کیا ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے“۔(النور:56،57)

تفسیر:

﴿وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ:اور نماز قائم رکھو﴾ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! نماز کو اس کے ارکان و شرائط کے ساتھ قائم رکھو، اسے ضائع نہ کرو اور جو زکوٰۃ اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض فرمائی ہے اسے ادا کرو اور احکامات و ممنوعات میں اپنے رب جَلَّ جَلَالُہٗ کے حبیب رسول ﷺ کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے عذاب سے نجات دے۔(تفسیر طبری،النور،تحت الآیۃ:56)

﴿لَا تَحْسَبَنَّ:ہر گز گمان نہ کرو﴾یعنی ان کفار نابکار کا زمین میں امن سے رہنا اس وجہ سے نہیں کہ وہ رب کے قابو سے باہر ہیں بلکہ یہ رب تعالیٰ کی مہلت ہے لہٰذا ان کے بارے میں یہ خیال نہ کرو کہ یہ ہماری پکڑ سے بھاگ کر زمین میں ہمیں عاجز کردیں گے،ان کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے اور بیشک وہ کیا ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے۔(صراط الجنان)

(58): یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَ الَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَ لَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ. ”اے ایمان والو! تمہارے غلام اور تم میں سے جو بالغ عمر کو نہیں پہنچے،انہیں چاہیے کہ تین اوقات میں،فجر کی نماز سے پہلے اور دوپہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اُتار رکھتے ہو اور نمازِ عشاء کے بعد (گھر میں داخلے سے پہلے) تم سے اجازت لیں۔یہ تین اوقات تمہاری شرم کے ہیں۔ان تین اوقات کے بعد تم پر اور ان پر کچھ گناہ نہیں۔وہ تمہارے ہاں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنے والے ہیں۔اللہ تمہارے لئے یونہی آیات بیان کرتا ہے اور اللہ علم والا،حکمت والا ہے“۔(النور:58)

تفسیر:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا:اے ایمان والو!﴾شانِ نزول:حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک انصاری غلام مُدلج بن عمرو کو دوپہر کے وقت حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو بلانے کے لئے بھیجا،وہ غلام اجازت لئے بغیر ویسے ہی

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے مکان میں چلا گیا اور اس وقت حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہُ بے تکلف اپنے دولت سرائے میں تشریف فرما تھے۔ غلام کے اچانک چلے آنے سے آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے دِل میں خیال پیدا ہوا کہ کاش غلاموں کو اجازت لے کر مکانوں میں داخل ہونے کا حکم ہوتا۔ اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ اس آیت میں غلاموں، باندیوں اور بلوغت کے قریب لڑکے، لڑکیوں کو تین اوقات میں گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینے کا حکم دیا گیا۔ وہ تین اوقات یہ ہیں۔

- فجر کی نماز سے پہلے۔ کیونکہ یہ خواب گاہوں سے اُٹھنے اور شب خوابی کا لباس اُتار کر بیداری کے کپڑے پہننے کا وقت ہے۔
- دوپہر کے وقت، جب لوگ قیلولہ کرنے کے لئے اپنے کپڑے اُتار کر رکھ دیتے اور تہ بند باندھ لیتے ہیں۔
- نمازِ عشاء کے بعد، کیونکہ یہ بیداری کی حالت میں پہنا ہوا لباس اُتارنے اور سوتے وقت کا لباس پہننے کا ٹائم ہے۔

یہ تین اوقات ایسے ہیں کہ اِن میں خلوت و تنہائی ہوتی ہے، بدن چھپانے کا بہت اہتمام نہیں ہوتا، ممکن ہے کہ بدن کا کوئی حصہ کُھل جائے جس کے ظاہر ہونے سے شرم آتی ہے، لہٰذا اِن اوقات میں غلام اور بچے بھی بے اجازت داخل نہ ہوں اور اُن کے علاوہ جوان لوگ تمام اوقات میں اجازت حاصل کریں، وہ کسی وقت بھی اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں۔ ان تین وقتوں کے سوا باقی اوقات میں غلام اور بچے بے اجازت داخل ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ کام اور خدمت کیلئے ایک دوسرے کے پاس بار بار آنے والے ہیں تو اُن پر ہر وقت اجازت طلب کرنا لازم ہونے میں حرج پیدا ہوگا اور شریعت میں حرج کو دُور کیا گیا ہے۔ (خازن، النور، تحت الآیۃ:58، ملتقطاً)

لڑکا اور لڑکی کب بالغ ہوتے ہیں؟

یاد رہے کہ لڑکے اور لڑکی میں جب بلوغت کے آثار ظاہر ہوں مثلاً لڑکے کو احتلام ہو اور لڑکی کو حیض آئے اس وقت سے وہ بالغ ہیں اور اگر بلوغت کے آثار ظاہر نہ ہوں تو پندرہ برس کی عمر پوری ہونے سے بالغ سمجھے جائیں گے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج:12، ص:399، ملخصاً)

(59): وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ. "اور جب تم میں سے لڑکے جوانی کی عمر کو پہنچ جائیں تو وہ بھی (گھر میں داخل ہونے سے پہلے) اسی طرح اجازت مانگیں جیسے ان سے پہلے (بالغ ہونے) والوں نے اجازت مانگی۔ اللہ تم سے اپنی آیتیں یونہی بیان فرماتا ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے"۔ (النور:58)

﴿وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ: اور جب تم میں سے لڑکے جوانی کی عمر کو پہنچ جائیں﴾ اس آیت میں ارشاد فرمایا: جب تمہارے یا قریبی رشتہ داروں کے چھوٹے لڑکے جوانی کی عمر کو پہنچ جائیں تو وہ بھی تمام اوقات میں گھر میں داخل ہونے سے

پہلے اسی طرح اجازت مانگیں جیسے ان سے پہلے بڑے مردوں نے اجازت مانگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کے شرعی احکام اسی طرح بیان فرماتا ہے جیسے اس نے لڑکوں کے اجازت طلب کرنے کا حکم بیان فرمایا اور اللہ تعالیٰ مخلوق کی تمام مصلحتوں کو جانتا ہے اور وہ اپنی مخلوق کے معاملات کی تدبیر فرمانے میں حکمت والا ہے۔ (تفسیر طبری، النور، تحت الآیۃ:59)

گھر میں اجازت لے کر داخل ہونے کی ایک حکمت:

گھر میں اجازت لے کر داخل ہونے کی بے شمار حکمتیں ہیں، ان میں سے ایک یہاں ذکر کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت عطا بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا: کیا میں اپنی ماں کے پاس جاؤں تو اس سے بھی اجازت لوں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ انہوں نے عرض کی: میں تو اس کے ساتھ اسی مکان میں رہتا ہوں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اجازت لے کر اس کے پاس جاؤ، انہوں نے عرض کی: میں اس کی خدمت کرتا ہوں (یعنی بار بار آنا جانا ہوتا ہے، پھر اجازت کی کیا ضرورت ہے؟) رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **"اجازت لے کر جاؤ، کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اسے برہنہ دیکھو؟" عرض کی: نہیں، فرمایا: تو اجازت حاصل کرو"۔** (موطا امام مالک، 1847)

اسی حکم سے کچھ اور احکام کی حکمت بھی سمجھ آتی ہے جیسے باپ یا بھائی اگر بیٹیوں یا بہنوں کو جگانے کیلئے کمرے میں جائیں تو کمرے کے باہر سے آواز دیں اور جگائیں کہ بلا اجازت اندر جانا نامناسب ہے کیونکہ حالتِ نیند میں بعض اوقات بدن سے کپڑے ہٹ جاتے ہیں۔